

بابرنامہ میں پھلوں کا تذکرہ

ڈاکٹر سید مبین زہرا

ایسوسی ایٹ پروفیسر اے آر ایس ڈی کالج، دہلی یونیورسٹی

Abstract

The Tuzk-e-Babari, translated as Baburnama, the memoir of Babur, is a comprehensive record of incidents, happenings, social life, flora and fauna, agriculture, society, culture, family, household, animals, buildings, orchards and geopolitics of his times. This can be divided into many parts and many interesting facts of his life can be traced in this memoire. The Baburnama presents different facet of Baburs personality, how cruel at times he could be and then we can see a contrast of his character as an observer and lover of nature in a land unknown to him. A person who loves poetry, who likes gardens, who likes fruits, music and off course drinking and having his wine parties too. But when he took oath and promised to stop drinking, he is altogether a different personality. But when it's matter of administration or power of a ruler, we can find him brutal lethal and commander like in dealing with his enemies. His military acumen was par excellence .

In this article I have tried to find references of different fruits in Baburnama. This is one of the articles from a series of articles I am writing on different aspects of Babur's life in Baburnama .

If we look at references of fruits in Baburnama we find trade relationship with India long back of his arrival in India. It gives us an account of the region, geography, agriculture and horticulture of pre and post Mughal India including other aspects of war and peace. His liking for fruits and how fruits narrate a different type of psychological pressure on him during his difficult times. How India and its vast landscape effects Babur's overall approach towards life. How the Indian fruits and land surprises and attracts him and how Babur tries to equates Indian fruits with fruits of Babur's land of origin. We can study pain and ease in life of Babur by looking at the intervals of references of fruits in this memoire. References of different gardens and information about means of irrigation also gives glimpses of Babur's time. Since Zahir-ud-Din Babur was the founder of Mughal rule in India after defeating Ibrahim Lodhi, his life and time plays important role in understanding the Mughal era. This article reflects an important and different part of Babur's life. Babur and his Baburnama is a flow of his love, interests, wars, passion and so many strata of a king's life and interests, who goes down to become the founder of the mighty Mughal Empire.

KEY WORDS :

Tuzk-E-Baburi, Baburnama, Mughals, Agriculture, Fruits, Mughal Attacks, Irrigation, Mughal Politics, Lodhi, Mughal Family, Mughal orchards, India, Agra, Muskmelon, Banana, Grapes, Almond, wine jars, Jaam, Paimana, Baagh, Gardens, Persian, Wheel, Perfume, Kabul, Ghazni, Agra, Samarqand

مغلوں کے بارے میں یہ بات سبھی بہتر طور پر جانتے ہیں کہ انکار حجان آرٹ کلچر فنون لطیفہ اور زندگی کی بے شمار رنگینیوں کی

سمت زیادہ رہتا تھا۔ آج بھی ان کے زمانے کے آثار اور عمارتیں یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ لار جردین لائف، زندگی کے عادی تھے۔ یہ

کہنے کے بعد ہم یہ بات بھی نہیں بھولتے کہ نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دنیا بھر میں آغاز زندگی کے بعد سے ہی انسان کا دار و مدار

خوراک کے لئے نباتات، جنگلات، زراعت اور پھل سبزیوں پر رہا ہے۔ یعنی کل ملا کر زراعت ایک ایسا میدان ہے جس پر ہر دور میں انسان کا انحصار قائم رہا۔ میووں کی اہمیت ہر دور میں رہی ہے اور سبزی خور ہوں یا گوشت خور دونوں کو پھلوں نے اپنی سمت کھینچا ہے۔ جب ہم مغلوں کی طرف دیکھتے ہیں تو انکا تعلق جس علاقے سے رہا ہے وہاں مختلف اقسام کے پھلوں کے باغات کا ایک عظیم سلسلہ موجود رہا ہے۔ ان میں خشک میووں کے باغات بھی شامل ہیں۔ اس لئے مغل بادشاہوں کی تاریخ میں زراعت اور ہر قسم کے باغات کا تذکرہ بہت ملتا ہے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی بنیاد ظہیر الدین بابر نے رکھی تھی۔ وہ باپ کی طرف سے تیمور اور ماں کی جانب سے چنگیز خان کی نسل سے تھا۔ پانی پت کی پہلی جنگ میں، ۱۵۲۶ عیسوی میں بابر نے اپنی فوج سے کہیں بڑی سلطان ابراہیم لودھی کی فوج کو شکست دیکر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ بابر صرف ایک ماہر جنگباز ہی نہیں تھا بلکہ اسے لکھنے پڑھنے کا بھی شوق تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے اہم واقعات کو ترک بابر میں تحریر کیا ہے۔ جس کا اردو اور انگریزی ترجمہ بابر نامہ کے نام سے موجود ہے۔

بابر نامہ میں جگہ جگہ زراعتی لحاظ سے اہم مقامات اور مختلف انواع کے پھلوں کا ذکر آتا ہے۔ کن علاقوں میں کون سے پھل پائے جاتے ہیں، انکی کیا لذت ہے جیسے تذکرے یہ خیال دلاتے ہیں کہ مغلوں کی زندگی میں پھلوں کی مٹھاس کی الگ اہمیت ضرور رہی ہوگی۔ جیسا کہ بابر نامہ میں آغاز میں ہی جب بابر اپنی بادشاہت کا ذکر کرتا ہے تو اس میں چند سطروں کے بعد ہی میوہ اور غلہ کا ذکر آجاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "میں ۶ جون ۱۴۹۴ عیسوی (۵/رمضان ۸۹۹ ہجری) کو فرغانہ کا بادشاہ بنا۔ اس وقت میری عمر بارہ برس کی تھی۔" اسی میں آگے جب وہ فرغانہ کے بارے میں بات کرتا ہے تو لکھتا ہے کہ "فرغانہ کا علاقہ بڑا نہیں ہے مگر اس میں میوہ اور غلہ بہت پیدا ہوتا ہے۔" چند سطروں کے بعد وہ پھر میووں اور غلوں کا ذکر اس وقت کرتا ہے جب ترکستان کے بارے میں بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "اس ملک میں سات قصبے ہیں۔ ان میں سے ایک اندجان ہے جو ملک کے بیچ میں ہے اور فرغانہ کی راجدھانی ہے۔ یہ مقام بہت ہرا بھرا ہے۔ اس میں غلہ اور میوہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ انگور اور خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ وہاں کا طریقہ یہ ہے کہ فصل میں خربوزے کو فالیز (کھیت) پر نہیں بیچتے۔ ناشپاتی اندجان سے بہتر کہیں نہیں ہوتی۔"

بابر نامہ میں پھلوں کے ذکر کے بعد قلعے کا ذکر ہے، جنگل میں شکار کا ذکر ہے، بازار کا ذکر ہے، زبان کا ذکر ہے یہاں تک کہ آنکھوں کی بیماری کا بھی ذکر ہے مگر میووں کا ذکر ان سب سے پہلے آتا ہے۔ بابر ترکستان کے قصبات کا ذکر کرتے ہوئے بھی کہیں کہیں پھولوں اور پھلوں کا ذکر کرنا نہیں بھولتا ہے۔ وہ اوش کا ذکر کرتے ہوئے وہاں بنفشہ اور لالہ و گلاب کے پھولوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ جب مرغینان قصبہ کا ذکر کرتا ہے تو شروع میں ہی پھلوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہاں انار اور خوبانی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ ایک قسم کا انار ہوتا ہے اس کا نام دانہ کلاں ہے۔ اس میں چاشنی دار مٹھاس ہوتی ہے۔ سمنان کے انار پر اس کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ ایک قسم کا زردالو ہوتا ہے۔ اسکی گٹھلی نکال کر اور بجائے اس کے مغز بادام رکھ کر خشک کرتے ہیں۔ اس کا نام سبحانی رکھا

ہے۔ یہ بڑی لذیذ ہوتی ہے۔ باہر جب چوتھے شہر اسفرہ کی بات کرتا ہے تو اس میں بھی آغاز میں ہی پھلوں کا تذکرہ آجاتا ہے۔ "نہایت عمدہ باغیچے ہیں جن میں اکثر بادام کے درخت ہیں"۔ جب وہ پانچویں قصبہ نجد کے بارے میں لکھتا ہے تو اسکے شروع میں بھی پھل آجاتے ہیں، "وہاں کے میوے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ انار تو عمدگی میں ایسا مشہور ہے کہ سیب سمرقند اور انار نجد ضرب المثل ہے لیکن آج کل مرغینان کا انار اچھا ہوتا ہے"۔ باہر کو خربوزے سے بڑی رغبت تھی۔ اس لئے وہ خربوزوں کی تعریف سے نہیں چوکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ہندوستان میں بھی خربوزے بونے کا حکم دیا تھا جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ وہ جب انجشٹی کے خربوزے کی بات کرتا ہے تو ایک خربوزے میرتیوری کے بارے میں لکھتا ہے کہ شاید ایسا خربوزہ دنیا میں ہوتا ہو۔ وہ آگے لکھتا ہے کہ بخارا کے خربوزے انجشٹی کے خربوزوں سے لگانہیں کھاتے۔ وہ نجد کے علاقہ میں قصبہ کند بادام کا ذکر بھی کرتا ہے جہاں اس کے مطابق بادام بکثرت پیدا ہوتا ہے اور اسی لئے اسکو کند بادام کہتے ہیں۔

باہر نامہ میں اس علاقے کی تاریخ، جغرافیہ، سیاست، جنگ و فتوحات، معاشرہ وغیرہ کا ایک طویل ذکر کرنے کے بعد باہر سمرقند کا جب تذکرہ چھیڑتا ہے تو پھر اس کی توجہ باغات اور میووں کی سمت مڑ جاتی ہے اور سمرقند کے باغات اور میوہ جات کا ذکر بھی تفصیل سے آتا ہے۔ باہر نے ۱۴۹۷ عیسوی مطابق ربیع الاول ۹۰۳ ہجری میں سمرقند پر قبضہ کیا تھا۔ سمرقند کے باغات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ "دریائے کوہک سے ایک ندی نکلتی ہے جسے دریائے ورنم کہتے ہیں۔ سمرقند کے باغات کو اسی ندی سے پانی ملتا ہے"۔ جب وہ سمرقند کا بیان کرتا ہے تو یہاں بھی سب سے پہلے پھلوں کو ہی جگہ ملتی ہے۔ نہ تو عمارتیں نہ ہی موسم، سب سے پہلے پھلوں پر اسکا قلم اٹھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "سمرقند میں انگور، خربوزہ، سیب، انار سب میوے عمدہ ہوتے ہیں۔ سمرقند کے دو میوے بہت مشہور ہیں۔ ایک سیب اور دوسرے انگور صاجی"۔

سمرقند کے تذکرے میں چند اہم باغات کا ذکر بھی آتا ہے جن میں باغ بولدی، باغ دلکشا، چنار باغ، باغ شمال، باغ بہشت، باغ بیدال اور باغ چار باغ شامل ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "سب سے خوبصورت چار باغ ہے اسے درویش محمد ترخان نے لگایا تھا۔ یہ باغ اپنی مثال آپ ہے۔ باغ میدان کے نیچے کی جانب ایک بلندی پر ہے۔ یہ مقام بہت خوبصورت ہے"۔ چار باغ پڑھ کر ہمیں لکھنو کا ریلوے اسٹیشن چار باغ یاد آجاتا ہے حالانکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ اردو دینا ۲۰۲۵ جنوری کے مطابق لکھنو میں چار باغ نواب سعادت علی خان (۱۷۹۸-۱۸۱۴) کے دور میں لگائے گئے تھے، ان کا نام 'چار باغ' اس لئے پڑا کیونکہ یہاں ایک دوسرے سے متصل چار باغات تھے۔

خیر، جیسے ہی باہر نامہ میں سمرقند سے بخارا کی جانب باہر کا رخ ہوتا ہے تو یہاں بھی آغاز میووں سے ہی ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "سمرقند کے مقابلے کا دوسرا شہر بخارا ہے۔ یہ سمرقند کے مغرب میں تقریباً تیس میل (۵ فرسنگ) کے راستے پر ہے۔ بخارا ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس میں میوے بہت بڑھیا ہوتے ہیں اور ہوتے بھی بہت ہیں۔ اس کے خربوزے کا تو کیا کہنا ہے۔ آلو بخارا بھی

یہاں کا مشہور ہے۔ بخارا کا سا آلو کہیں ہوتا ہی نہیں۔ اس کو چھیل کر اور خشک کر کے تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں۔" یہاں پر اگر ہم خربوزے اور آلو بخارا کا تذکرہ دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اسے لکھتے وقت بابر کے منہ میں بھی پانی آگیا ہوگا۔

بابر نے جب ۹۰۴ ہجری مطابق ۱۴۹۸ عیسوی میں سمرقند کو اندجان کے لئے چھوڑا تو وہ اس کی زندگی کی بہت بڑی بھول ثابت ہوئی۔ اندجان پر دوسروں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے سمرقند بھی گیا اور اندجان بھی۔ وہ لکھتا ہے کہ "۹۰۵ ہجری ۱۴۹۹ عیسوی سے لیکر ۹۱۰ ہجری ۱۵۰۳ عیسوی تک میں اسی طرح ایک جگہ سی دوسری جگہ پھرتا رہا۔ جب فرغانہ چھوڑا اور خراسان کے لئے روانہ ہوا تو ایک جگہ لکھتا ہے کہ "غریبی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے پاس صرف دو خیمے تھے۔" اس مشکل حالت میں جب کابل اسکے حوالے ہوا تب وہ جب اس شہر کا ذکر کرتا ہے تو یہاں انسانی نفسیات سامنے آتی ہے کیونکہ اس بار اس نے زندگی کی آرائش و آرام کا بہت بعد میں ذکر چھیڑا ہے بلکہ وہ کابل کے جغرافیہ، وہاں کے معاشرہ، بازار، تجارت اور موسم کا پہلے بیان کرتا ہے، پھر کہیں جا کر پھلوں کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ تکلیف کے دور میں اس کی فکر اور ترجیحات کتنا بدل گئی ہوگی۔ اسی دوران جب وہ خجند سے دس فرسنگ کی دوری پر نسوخ پر چڑھائی کر کے اس کو لے لیتا ہے تو سب سے پہلی بات پھل کی ہی کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "راتوں رات رستہ طے کر کے نسوخ جا پہنچا اور سیڑھیاں لگا کر اچانک اسے لے لیا۔ خربوزوں کی فصل تھی۔ نسوخ میں ایک قسم کا خربوزہ ہوتا ہے جس کو اسمعیل شیخی کہتے ہیں۔" وہ اس خربوزے کے چھلکے کے بارے میں، بیج کے بارے میں بھی لکھتا ہے اور پھر بتاتا ہے کہ "اس کا گودا چار انگل ہوتا ہے۔ عجب مزہ کا خربوزہ ہے۔ اس نواح میں ایسا خربوزہ نہیں ہوتا۔" اس کے بعد سیاست، بغاوت، حکومت، جنگ و جدل، لوٹ مار، قتل و غارت گری، مقابلہ آرائی تک کا ایک طویل سلسلہ ہے جہاں آپسی رنجشیں اور سازشوں کا بابر تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بابر اپنی شادی کا بھی یہاں ذکر کرتا ہے لیکن پھل ایسا لگتا ہے کہ اسکی نظر سے اب قلم اور پھل دوڑ ہو چکے تھے۔ البتہ بھاگ دوڑ میں ایک بار جب وہ ورخ پہنچتا ہے اور اسے پھل ملتے ہیں تو ان کا ذکر ہی بتا دیتا ہے کہ وہ کس جدوجہد میں مبتلا رہا ہے۔ "خلیلہ سے ورخ میں پہنچے۔۔۔۔۔ نہایت فرہ گوشت اور روٹیاں وہاں خوب سستی تھیں۔ میٹھے خربوزے اور عمدہ انگور ڈھیروں تھے۔ ایسی نامیسری کے بعد یہ ارزانی اور ایسی آفت کے بعد یہ امن نصیب ہوا۔" یہ بیان ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ کیوں پھلوں کا ذکر اس دوران کم ہوتا چلا گیا ہے۔

بابر جب کابل فتح کر لیتا ہے اس کے بعد جب کابل کے جغرافیہ، تجارت اور معاشرہ کا تذکرہ کرتا ہے تو اس دوران پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "کابل کے میوے بہت مشہور ہیں۔ سردیوں میں انگور، انار، سیب، زرد آلو، بہی، امرود، شفتالو، بادام، آلو بالو اور چار مغزمنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ آلو بالو کے درخت میں نے منگوا کر بوائے ہیں۔ نہایت عمدہ آلو بالو ان میں لگے ہیں۔ گرمیوں کے زمانے کے میوے نارنج، ترنج، الملوک، گنالمغات سے لاتے ہیں۔ نیشکر کی زراعت میں نے کرائی ہے۔ بہی اور آلو بھی عمدہ ہوتا ہے۔ اس ملک میں شہد بہت پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ شہد غزنی کے پہاڑوں سے آتا ہے۔ کھیرا بھی نادر ہوتا ہے۔ ایک قسم کا انگور ہوتا ہے اس کو آب انگور کہتے ہیں۔ وہ نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ اس کی شراب بہت تیز ہوتی ہے۔ کابل کے علاقہ میں کھیتی باڑی اچھی

نہیں ہوتی۔ یہاں خربوزہ بھی اچھا نہیں ہوتا۔" لگتا ہے کہ کابل میں بابر کو اپنے یہاں کے خربوزوں کی بہت کمی محسوس ہوئی جسے اس نے کھیروں سے دور کیا ہو گا کیونکہ کھیروں کی تعریف اس نے نادر کہ کر کی ہے۔ وہ خربوزہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا بھی ہے کہ "اگر خراسانی تخم بویا جاتا ہے تو کسی قدر بڑا نہیں ہوتا۔" بابر کابل کے قرب و جوار کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور وہاں کے باغات کو بھی تحریر میں لاتا ہے۔ وہ باغ و فامیں کیلے اور گنے بونے کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ درہ نور کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کے پھلوں کا ذکر کرتا ہے۔ "نارنج، ترنج اور گرم سیر میوے یہاں بہت ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں کھجور کے درخت بھی ہیں۔ ندی کے کناروں پر جو پہاڑ کی چوٹی کے دونوں طرف ہیں درخت ہی درخت ہیں۔ املوک کے درخت کثرت سے ہیں۔ یہ میوہ جتنا درہ نور میں ہوتا ہے اتنا کہیں اور نہیں ہوتا ہے۔ یہاں انگور بھی پیدا ہوتا ہے۔ سارے انگور درخت پر لگتے ہیں۔" کابل کے قرب و جوار میں پیدا ہونے والے پھلوں کا ذکر ان علاقوں کا بیان کرتے ہوئے آتا ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ "ان ساری پہاڑیوں میں چلغوزہ کی لکڑی چراغ کا کام دیتی ہے۔ یہ لکڑی شمع کی طرح روشن رہتی ہے۔ اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔"

جب بابر کابل سے ۱۴ فرسنگ کے فاصلے پر موجود غزنی کی بات کرتا ہے تو اس کی شروعات میووں سے ہی ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کابل کے انگور سے غزنی کا انگور اچھا ہوتا ہے۔ غزنی کے خربوزے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ سیب بھی اچھے ہوتے ہیں۔ ان سیبوں کو ہندوستان لے جاتے ہیں۔" اس کے بعد بابر زراعت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کھیتی باڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ جتنی زمین جوتی جاتی ہے اس پر ہر سال مٹی ڈالتے ہیں۔ یہاں کی کھیتی باڑی کی آمدنی بھی بہت زیادہ ہے۔" بابر آگے کابل کے مغرب کے علاقے کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کے میدان و جنگلات کے بارے میں بات کرتا ہے اور جنگلوں میں پائے جانے والے درختوں کی لکڑیوں اور ان میں سے کچھ خاص کے ایندھن کے طور پر استعمال ہونے کو لیکر بھی اپنے تاثرات تحریر کرتا ہے۔ بابر نامہ کو پڑھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ بابر کی، زندگی کے ہر رخ پر نظر رہتی تھی۔ بابر جب کابل کے بلوک میں سے الاسائی کے پھلوں کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کے انار کی شہرت کی بات کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "الاسائی کے انار کی بہت شہرت ہے۔ گو وہ کچھ عمدہ نہیں ہوتا مگر یہاں تو اس سے بہتر انار نہیں ہے۔ یہاں کے اناروں کو تمام ہندوستان میں لیجاتے ہیں۔ اس ملک کا انگور بھی بڑا نہیں ہوتا۔" وہ یہ بھی بتاتا ہے الاسائی کے پہلو میں بدراد ہے۔ اس میں میوہ نہیں پیدا ہوتا۔ یعنی میوے کی فکر اسے ہر جگہ رہتی ہے۔ جو تجارت کے حوالے سے بھی اہم ہیں۔

جب بابر ہندوستان کا رخ کرتا ہے تو یہ ملک بابر کو بہت حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہاں پہنچتے ہی دوسرا عالم نظر آیا۔ چوپائے اور قطع کے، پرندے دوسری وضع کے۔ قوموں اور قبیلوں کی رسمیں کچھ، ایک حیرت پیدا ہو گئی اور حقیقت میں حیرت کی جگہ ہے۔" بابر نامہ میں جہاں سے ہندوستان کا تذکرہ شروع ہوا ہے وہاں بابر نے اپنی جنگ، فتوحات اور حکومت کے معاملات کو زیادہ ترجیح دی ہے۔ وہ ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک سے بہت متاثر ہوتا ہے اور جگہ جگہ اس کی تعریف بھی کرتا ہے۔ وہ یہاں کے پہاڑوں، دریاؤں، معاشرہ، حکومتوں وغیرہ کا تفصیل سے جائزہ لیتا ہے اور بہت بعد میں آکر اس کی نظر یہاں کے باغات، زراعت اور

پھلوں تک پہنچتی ہے۔ اگر کہیں باغ کا ذکر آتا بھی ہے تو وہ یہ کہ کہ اس کے بارے میں آگے بات ہوگی واپس انتظامی اور دیگر معاملات کا رخ کر لیتا ہے۔ یہ وہ سوچ سمجھ کر لکھتا محسوس ہوتا ہے کیونکہ ایک جگہ جب درخت سنبل کا بیان آتا ہے تو یہ لکھتا بھی ہے کہ "جہاں جہاں ہندوستان کے حیوانات اور نباتات کا ذکر آئیگا وہاں ان کا بھی بیان ہوگا"۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی طرف رخ کرنے کے بعد اسکی ترجیحات بدل چکی تھیں۔ اگرچہ اکثر مقامات پر وہ گل ولالہ کا بیان ضرور کرتا ہے۔ کہیں کہیں سرسری طور پر پھلوں کو کھانے کا ذکر بھی آتا ہے لیکن وہ سب کابل کے اطراف کی ہی باتیں ہیں۔ کندگر کا ذکر کرتے ہوئے کھجور کے درختوں کی بات کرتا ہے جو صرف وہیں ہوتے ہیں۔ لیکن اس درمیان مہ نوشی اور جام اور پیمانہ کا بار بار ذکر آتا ہے۔

بابر نے ۹۳۲ ہجری کی پہلی صفر کو ہندوستان کے سفر کا قصد کیا۔ وہ بابر نامہ میں لکھتا ہے کہ اس دن آفتاب برج قوس میں تھا۔ علم نجوم کے مطابق جب سورج دھنوراشی یا برج قوس میں تھا تب اس نے یہ ارادہ کیا۔ وہ ہندوستان میں جب پھلوں کا ذکر شروع کرتا ہے تو اس سے پہلے ہندوستان کی تعریف کرنا نہیں بھولتا۔ وہ لکھتا ہے کہ "جننے شہر اور میدانی علاقے ہندوستان میں ہیں کسی اور ملک میں نہیں ہیں۔ یہاں کے کھیت عموماً دریاؤں سے سیراب ہوتے ہیں۔ دریاؤں سے نہریں نکال کر شہروں تک پہنچائی گئی ہیں جن کی وجہ سے بعض باغات خوب بھرے بھرے ہیں۔ ہندوستان میں خریف کی فصل (دھان جو وغیرہ) کی کامیابی برسات ہی پر منحصر ہے۔ جب برسات نہیں ہوتی تو فصل خراب ہو جاتی ہے اور پھر ریح کی فصل (جاڑوں میں خاص چیز گیہوں، چنا وغیرہ) بوئی جاتی ہے۔" اس کے بعد وہ آبپاشی کے مختلف طریقوں کے بارے میں بتاتا ہے اور رہٹ کی مدد سے کھیتوں کو پانی دینے کے طریقے کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ ہندوستان آنے کے بعد اسے یہاں کی باتیں اس قدر نئی لگتی ہیں کہ وہ یہاں کی ہر چیز دن مہینے گنتی جانور سب کے بارے میں لکھتا چلا جاتا ہے مگر اسے پھلوں کی یاد نہیں آتی۔ ہندوستان میں آنے کے بعد وہ یہاں کے حکومتی معاملات میں بری طرح الجھ جاتا ہے۔ یہاں کی گرمی اس کی فوج کے لوگوں کو پریشان کرتی ہے تو وہ انہیں جذباتی بیانات سے مناتا ہے۔ شکست کا شکار دشمنوں کو کچھ دے دلا کر اپنے ساتھ ملاتا ہے۔ جب آخر اسے کچھ سکون میسر آتا ہے تب وہ باغ کی بنیاد کی طرف دیکھتا ہے۔ بابر لکھتا ہے کہ "میری بڑی خواہش تھی کہ آگرہ میں باغ لگوانے جائیں چنانچہ ذی قعد کی بیس تاریخ کو اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نکلا۔ جمنائے پار کئی مقام دیکھے مگر وہ اجاڑ اور گندے تھے لیکن اس کے علاوہ کوئی جگہ نہ تھی اس لئے حکم دیا کہ یہی جگہیں ہموار کر لی جائیں۔ سب سے پہلے ایک بہت بڑا کنواں کھدوایا، پھل دار درختوں کے لئے جگہ ہموار کی، پھر ایک حوض اور بارہ دری تعمیر کرائی، بعد میں خلوت خانہ کی عمارت اور باغات تیار ہوئے جن میں قسم قسم کے پھول اور پھل دار پودے لگوائے۔" بابر نے یہاں جس طرح باغ کی تیاری کا سلسلہ بیان کیا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ وہ ہر قدم پر خود موجود رہا ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باغات کی اس کی نظر میں کتنی اہمیت رہی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستان میں اس کی ترجیحات بدل سی جاتی ہیں۔ یہاں اسے سازشوں کا بھی سامنا ہوتا ہے اور وہ انکا سامنا کرنے میں کسی قسم کی رحم دلی نہیں دکھاتا۔ بابر نامہ میں دیا ہے کہ جب ابراہیم لودھی کی ماں نے اسے باورچیوں کے ذریعے زہر دلوا یا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس میں کون کون شامل تھا تو تب وہ لکھتا ہے کہ "چاشنی گیر کے ٹکڑے ٹکڑے کرادئے۔"

باورچی کی کھال کھنچوائی، ایک عورت کو ہاتھی کے پاؤں سے کچلوا دیا، دوسری کو گولی مار دی۔" اس قسم کے واقعات بھی بابر نامہ میں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اگر وہ تہذیب و ثقافت و زراعت پر توجہ دیتا تھا تو انتظامی معاملوں میں بھی وہ کسی بھی حد تک جاسکتا تھا۔ جس میں کسی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور کھال تک کہیں بچ لینے میں بھی اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ہندوستان کے میووں میں وہ سب سے پہلے آم کا ذکر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "سچ یہ ہے کہ آم ہندوستان کے عمدہ میووں میں سے ہے۔ بعض تو آم کو اتنا پسند کرتے ہیں کہ سوائے خربوزہ کے سب میووں سے بہتر کہتے ہیں۔" یہاں خربوزوں سے اسکی محبت پھر سامنے آجاتی ہے حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ آم کے سامنے خربوزہ کہاں ٹھہر سکتا ہے۔ بابر آم کھانے کے طریقے کا بھی بیان کرتا ہے اور اسے شفتالو کے جیسا بتاتا ہے۔ وہ کیلے کے بارے میں بھی لکھتا ہے کہ "ایک میوہ کیلا جس کو اہل عرب موز کہتے ہیں۔" وہ کیلے کے درخت کو اس ڈھنگ کا بتاتا ہے کہ جس کو درخت نہیں کہہ سکتے ہیں۔ وہ اسے گھاس اور درخت کے بیچ کی چیز بتاتا ہے۔ وہ جس طرح کیلے کے پیڑ اور اس میں پھل نکلنے کی تفصیل بیان کرتا ہے وہ کسی شاعر جیسا بیان نظر آتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کیلے کا پتہ تقریباً دو گز لمبا ہوتا ہے اور ایک گز چوڑا۔ پتے اور درخت کے بیچ میں سے ایک شاخ دل کی شکل کی نکلتی ہے۔ اسی شاخ کے منہ پر غنچہ ہوتا ہے۔ اس غنچے کی وضع بکرے کے دل جیسی ہوتی ہے۔ غنچے کی جو پنکھڑی کھلتی ہے اسکی جڑ میں سے چھ سات کیلوں کی قطار پھوٹی ہے۔ یہی کلیاں کیلا ہو جاتی ہیں۔ جو شاخ دل کی صورت کی تھی وہ پریشان ہو جاتی ہے۔ اور اس بڑے غنچے کی پنکھڑیاں کھل کر کیلے کا گل بن جاتی ہے۔ کیلے میں دو لافٹیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا چھلکا آسانی سے اتر جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکے اندر بیج یا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ کیلا بیگن سے لمبا اور پتلا ہوتا ہے۔ بنگالے (بنگال) کے کیلے بہت ہی میٹھے ہوتے ہیں۔ اس کا درخت بھی خوشنما ہوتا ہے۔ اس کے چوڑے چوڑے اور ہرے ہرے پتے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

اگر ہم بابر نامہ کا گزشتہ حصہ دیکھیں تو بابر نے کہیں پر اس انداز سے کسی پھل کی خوبی بیان نہیں کی ہے جیسا اس نے آم یا کیلے کا ذکر کیا ہے۔ یقیناً اس کے ذہن میں یہ رہا ہو گا کہ اس کی یہ تڑک اس کے علاقے کے لوگ پڑھیں گے تو ان تک ان غیر مانوس پھلوں کی تفصیل پہنچنا چاہیے۔ اس کا مقصد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تڑک بابر کے ذریعے وہ اپنی ایسی یادداشت چھوڑ جائے جس میں اسکی زندگی کے نشیب فراز کے علاوہ اسکے مطابق اسکے شاندار ماضی تک لوگ پہنچیں۔

بابر نے اعلیٰ کا ذکر کرتے ہوئے اسے خرمائے ہندی کہا ہے۔ پھر وہ اعلیٰ کے پیڑ کی تفصیل بتاتا ہے۔ اسی طرح مہوہ کے پیڑ اور پھول کا بھی تفصیلی جائزہ لیتا ہے۔ اس کے پھل کو کھانے کی بات لکھتا ہے۔ بابر پھلوں کی تفصیل میں کھرنی کے پھل کی بات لکھتا ہے کہ "ایک کھرنی ہے۔ اس کا درخت اگر بہت اونچا نہیں ہوتا تو چھوٹا بھی نہیں ہوتا۔ اس کا پھل زرد ہوتا ہے۔ سنجید سے پتلا ہوتا ہے۔ مزہ کچھ انگور میں ملتا ہے۔ آخر میں ذرا کیلا پن ہوتا ہے۔ غرض بڑا نہیں کھا سکتے ہیں۔ اس کا پوست چمٹا ہوا ہوتا ہے۔" وہ جب بھی کسی ہندوستانی پھل کے بارے میں بتاتا ہے تو اس کا اپنے علاقے میں پائے جانے والے کسی پھل سے موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے لوگوں کو اس پھل کی شناخت کرنے میں مشکل نہ ہو۔ بابر جب ہندوستانی پھلوں کے ذکر پر آتا ہے تو کوئی صفحہ رنگ دیتا ہے۔

جتے پھل اسے ہندوستان میں ملتے ہیں وہ اسے چونکانے کے لئے کافی ہے۔ ہر پھل کے ذکر پر اس کی باریک سے باریک معلومات باہر دیتا ہے۔

"ایک پھل جامن ہے، پھل ایسا ہے جیسے کالا انگور۔ مزہ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ ایک کمرک ہے۔ اسکے پانچ پہلو ہوتے ہیں، اس میں گٹھلی نہیں ہوتی، اگر کچی توڑو تو بہت کڑوی ہوتی ہے۔ پک کر اسکی ترشی مزے کی ہو جاتی ہے۔ اچھا اور لطیف میوہ ہے۔"۔ بابر کٹھل جیسے پھل کو لیکر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اس طرح کرتا ہے کہ "ایک کٹھل ہے۔ یہ بڑا ہی بد صورت اور بد مزہ میوہ ہے۔ صورت بکرے کی او جھڑی جیسی۔ کپپی کی طرح سے پھولتا رہتا ہے۔ مزہ میٹھا ہے۔ اور اس کے اندر فندق کے سے دانے ہیں۔ جو کسی قدر خرما سے مشابہ ہوتے ہیں۔ مگر اسکے دانے گول ہوتے ہیں۔ لمبے نہیں ہوتے۔ ان دانوں میں کھجور سے زیادہ نرم گودا ہوتا ہے۔ اسی کو کھاتے ہیں۔ بہت ہی چچیپا ہوتا ہے۔ چچیپا ہٹ کی وجہ سے اکثر لوگ ہاتھ اور منہ کو چکنائی مل کر کھاتے ہیں۔ یہ درخت کی شاخ میں بھی لگتا ہے اور تنہ میں بھی۔ ایسا لگتا ہے گویا درخت میں کیبیاں لٹکی ہوئی ہیں۔"۔ بابر لگاتار مختلف ہندوستانی پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے یہاں پائے جانے والے پھلوں سے انکو ملاتا رہتا ہے۔ اس میں بڑیل، بیر، کروندہ، نیساہ، گولر (لکھتا ہے کہ "عجب بے مزہ پھل ہے")، آملہ، چرونجی، کھجور وغیرہ ہیں۔ کھجور کو وہ حیوان سے ملاتا ہے اور کہتا ہے کہ "جس طرح حیوانات کا سر کاٹ دو تو وہ مر جاتا ہے اسی طرح کھجور کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح مادہ کھجور کے پھول میں اگر نر کھجور کا پھول نہ رکھا جائے تو پھل نہیں لگتا۔"۔ وہ اس بیان کو لیکر الجھن کا شکار بھی ہو جاتا ہے کہ اس کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہے۔ پھر کھجور کے درخت سے تاڑی بنانے کے عمل کی بھی تفصیل دیتا ہے۔ وہ ناریل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ناریل دراصل نارگیل ہے، اہل عرب اس کو نار جیل کہتے ہیں اور ہندوستانی ناریل جو غلط العام ہے۔ پھر وہ ناریل کی تفصیل پر جاتا ہے۔ تاڑی کی تاڑی اور اس کے پھل کی بات ہوتی ہے۔ وہ اپنے یہاں سے نارنج کی تجارت کو لیکر بھی اسکے ساتھ ہی لکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے مدت سے خیال تھا کہ نارنج اصل میں نارنگ کا معرب ہے اور وہی بات نکلی۔"۔ لیو کو وہ مرغی کے انڈے جتنا بتاتا ہے۔ وہ ایک حکیمی بات لیو کو لیکر لکھتا ہے کہ "اگر اسکے ریشہ کو جوش دیکر زہر خوردہ کو پلاؤ تو زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ وہ ترنج، سنگترہ، نارنج، لیو سے مشابہ کلکل اور کرنا جیسے پھلوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ ایک نئے پھل کا ذکر کرتا ہے کہ "ایک پھل امل بید ہے۔ ابھی اسی سال میں نے اس کو دیکھا ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اگر سوئی اس میں ڈال دو تو پانی ہو جاتی ہے۔ عجب نہیں کہ یہ اسکی مٹھاس کی تیزی سے ہو۔ یا اسکی خاصیت ہی ایسی ہو۔ اسکی عمدہ قسم کملہ ہے۔"

ہندوستان میں جب وہ اپنے سفر کے دوران دھولپور پہنچتا ہے تو پھر باغات اور پھلوں کا سرسری سا تذکرہ آتا ہے۔ لکھتا ہے کہ "عصر کے وقت دھولپور پہنچا اور دھولپور سے ایک کوس مغرب کی طرف جو باغ میں نے خود تیار کرایا تھا اس میں ٹھہرا۔"۔ یہیں پر آگے جا کر وہ لکھتا ہے کہ "یہ بڑی پر فضا جگہ ہے اور پورے ماحول میں آموں، جاموں اور اس قسم کے پھلوں کے بہت سے درخت ہیں۔"۔ جب وہ آگرہ میں دوبارہ داخل ہوتا ہے تب پھلوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جب میں آگرہ میں دوبارہ داخل ہوا تو سب سے پہلے باغ بہشت میں داخل ہوا۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کے بعد قلعہ میں گیا اور سب بیگموں سے ملا، جاتے وقت خربوزے

ہونے کا حکم دے گیا تھا۔ اب وہی خربوزے پیش کئے گئے۔ اچھے خربوزے تھے۔ دو ایک پودے انگور کے باغ بہشت میں لگوائے تھے، اس میں اچھے انگور لگے۔ شیخ گھورن نے بھی انگور کا ایک ٹوکرا بھیجا۔ ہندستان میں ایسے انگور اور خربوزے ہونے سے دل خوش ہوا۔"

بابر نامہ کے آخر میں ایک جگہ بہت دلچسپ بات سامنے آتی ہے کہ بابر کابل کے انگور اور خربوزے کی لذت بھلا نہیں پاتا ہے۔ "آج ہی ایک خواص کو ڈیڑھ سے کہاروں کے ساتھ اجرت دیکر خربوزے اور انگور لانے کے لئے کابل بھیجا۔" اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسے کابل کے خربوزے اور انگور بے انتہا پسند تھے اور انہیں لانے کے لئے وہ خاص طور پر اپنے لوگوں کو بھیجا کرتا رہا ہوگا۔

جہاں تک بابر نامہ کی بات ہے اس میں بابر کی پوری زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ اس میں صرف بابر کی ہی زندگی نہیں ہے اس دور کی صنعت و حرفت، معاشرہ، ادب، زراعت، جغرافیہ، نباتات و حیوانات، دین و مذہب، تاریخ و ثقافت غرض یہ کہ اس دور کی زندگی سانس لیتی نظر آتی ہے۔ اسی میں ایک حاکم کے تمام داؤ پیچ، سیاست، تشدد، جنگ و جدل کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسے میں اس میں پھلوں کا تذکرہ جس انداز سے کیا گیا ہے وہ اس دور کی زراعت اور تجارت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہی نہیں ایک حاکم کے نظریہ کو بھی ہم اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ان میں بہت سے پھلوں کے ایسے نام بھی ہیں جو اب لوگ بھولتے جا رہے ہیں۔ جن کو جاننے کے لئے مجھے بار بار ڈکشنری بھی دیکھنا پڑی اور چند کے بارے میں سہی اندازہ لگانا بھی مشکل ہوا۔ یہ مضمون بہت طویل نہ ہو جائے اس لئے بہت سے تذکروں کو مختصر کرنا پڑا لیکن اس سے یہ بات کمزور نہیں پڑتی کہ بابر نامہ ایک ایسا تاریخی دستاویز ہے جس میں بابر کی زندگی کی تاریخ کے علاوہ ہندوستان کی تاریخ بھی صاف نظر آتی ہے اور اس میں پھلوں سمیت زندگی کی تمام ایشیا موجود ہیں۔

حوالہ:

۱. بابر نامہ (۲۰۲۰)، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

۲۔ اردو دنیا، ۲۰۲۵ جنوری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

۳-Tarjuma Tazak Babri, Urdu Babur Nama by Mirza Naseer Uddin Haider Gorgan , 1924 ,

Book Source: Digital Library of India

۴. Sexual & Gender Relations in Mughal India, Dr Syed Mubin Zehra, 2011, Manak Publications

۵. The Babur-Nama: Memoirs of Babur, 2017, Annette Susannah Beveridge, Rupa Publications

۶. Bernier F. Travels in the Mogul Empire. Constable, A. ed., Westminster: Archibald Constable and Company, ۱۸۹۱

۷. Habib I. An Atlas of the Mughal Empire. New Delhi: Oxford University Press, 1982

.[^]Kulshreshtha SS. Development of Trade and Industry under the Mughals, 1526-1707. Allahabad: Kitab Mahal, 1964

.[^]Niccolao Manucci, Storia Do Mogor, or Mughal India, 1653-1708, translated by William Irvine, Delhi: Oriental Books

